اسلام اور حقوقِ بشر

قائد ملت مولانا سید کلب جواد نقوی، جنرل سکریٹری مجلس علماء ہند

(۹)

گزشتہ مضمون میں قبیلۂ خزیمہ کا واقعہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ عقل حیران ہے کہ آج سے چودہ سو برس پہلے جب کہ ہر طرف وحشت و بربریت کا دور دورہ تھا۔ تہذیب وتمدن کا نام ونشان نہ تھا۔ عرب کے وحشی بدوؤں میں دشمن کے لئے رحم کا ہلکا سا جذبہ بھی موجود نہ تھا۔ اس وقت اسلام نے جنگ کے ایسے قوانین وضع کئے کہ جن تک آج کی ترقی یافتہ، مہذب، متمدن اور حقوق انسانی کی علمبردار دنیا ابھی تک نہیں پہنچ سکی ہے۔ جنیوا کنونشن کی تجاویز میں مادی خساروں کے جبران کا قانون تو موجود ہے، مگر ساری تجاویز معنوی نقصان کے سلسلہ میں خاموش ہیں۔ جنگ کی ہولناکیوں سے کمزور اور ناتواں لوگوں کو جو ذہنی اذیت پہنچتی ہے، اس کے مداوا کا کوئی قانون موجود نہیں ہے۔ کچھ برس پہلے اخبارات میں خبر آئی کہ ملکہ برطانیہ کے قصر بکنگھم کا دروازہ کھلا ہوا تھا تو ایک شخص کسی طرح قصر میں داخل ہو گیا۔ اتفاق سے ملکہ کے مخصوص کمرے کا دروازہ بھی بند نہ تھا لہٰذا وہ شخص ملکہ کی خوابگاہ میں پہنچ گیا۔ برطانیہ کا قانون ہے کہ اگر کسی کے گھر کا دروازہ کھلا ہوا ہو تو کسی آنے والے کو اجازت کی ضرورت نہیں ہے (جب کہ قرآن کا حکم ہے کہ کسی گھر میں بغیر اجازت داخل نہ ہو، دروازہ بند ہونے یا کھلا ہونے کی کوئی شرط نہیں) برطانوی قانون کے تحت اس شخص پر کوئی مقدمہ نہیں چل سکتا تھا کیونکہ اس نے کچھ نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ بہت غور وخوض کے بعد یہ طے کیا گیا کہ کیونکہ اس کی موجودگی سے ملکہ برطانیہ کو ذہنی اذیت پہنچی لہٰذا اس پر Mental Torcher کا مقدمہ چلایا جائے۔ کتنی بڑی ستم ظریفی ہے کہ سلمان رشدی کی شیطانی آیات اور ڈنمارک کے کارٹونسٹ کے کارٹون سے ایک ارب سے زیادہ مسلمانوں کو جو ذہنی اذیت پہنچی اسے قابل اعتنا نہیں سمجھا گیا، لیکن ایک آوارہ گرد کے اس عمل سے ملکہ معظّمہ کو جو مختصر سی ذہنی اذیت پہنچ گئی اسے لائق سزا قرار دیا گیا۔

جنگی قیدی اور جنگ میں ہونے والے زخمی ہمیشہ سے فاتح نوجوان کے بدترین وحشیانہ ظلم وستم کا شکار رہے ہیں۔ جنگی قیدیوں کی زندگی موت سے بدتر ہوتی تھی، زخمیوں کو یا تو بیدردی سے قتل کر دیا جاتا تھا یا تڑپ تڑپ کر مرنے کے لئے چھوڑ دیا جاتا تھا۔ یوروپ میں سب سے پہلے ایک سوئس بینکر ہنری ڈوناں نے ریڈ کراس سوسائٹی کی بنیاد ڈالی۔ ۱۸۵۹ء میں اس شخص نے دوران سفر آسٹریلیا اور فرانس کی فوجوں کے درمیان خونریز جنگ کا نظارہ دیکھا۔ اس نے دیکھا کہ ہزاروں زخمیوں کو تپتے ہوئے صحرا میں خون بہتے ہوئے زخموں، بھوک، پیاس اور شدید گرمی میں مرنے کے لئے چھوڑ دیا گیا تھا۔ لاشوں کو ایک بڑے سے گڑھے میں ڈال دیا گیا اور ان کے ساتھ انتہائی زخمی لوگوں کو بھی پھینک دیا گیا۔ ڈوناں آس پاس کے دیہاتوں میں گیا اور وہاں کے لوگوں کو زخمیوں کی مدد کے لئے آمادہ کیا اور یہیں سے ریڈ کراس کی بنیاد پڑی اور ۱۸۶۳ء میں باقاعدہ اس کی تشکیل ہوئی۔ اسلام نے دشمن فوج کے زخمیوں کے ساتھ حسن سلوک کے نمونے پہلے ہی پیش کر دیئے ہیں۔ حضرت علیؑ نے اپنے لشکریوں کو تاکید کی تھی کہ اگر ''اللہ کی مدد سے دشمن شکست کھا جائے تو جو بھاگ رہے ہوں، انہیں قتل نہ کرنا، جو دشمن اپنے دفاع پر قادر نہ ہو اسے نقصان نہ

پہنچانا، کسی زخمی کو قتل نہ کرنا'' (نہج البلاغہ نامہ: ۱۴ ص ۲۸۰) جنگ نہروان میں حضرت علیؑ نے دشمن کے چالیس زخمیوں کو اپنے دارالخلافہ کوفہ منتقل کروایا، جہاں ان کا مکمل علاج کروایا گیا۔ (ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ج ۲ ص ۴۲۴ / البلاذری، انساب الاشراف، ج ۳ ص ۲۸۴) دشمن فوج کے چار سو زخمیوں کو ان کے رشتہ داروں کے سپرد کر دیا تا کہ وہ خود ان کا علاج کروائیں (تاریخ طبری، ج ۴ ص ۶۶) دشمنوں کے ساتھ یہ وہ بے مثل و بے نظیر برتاؤ ہے جس کی مثالیں صرف اسلام ہی میں ملیں گی۔

یہودیوں نے عیسائی قیدیوں پر بے انتہا ظلم و ستم کئے ہیں۔ یہودی بادشاہ ذونواس نے جب نجران پر حملہ کیا تو وہاں کے عیسائی باشندوں کو زندہ جلا دیا، جس کی طرف قرآن مجید میں بھی اشارہ موجود ہے۔ مفہوم: ''اور موت آجائے آگ سے بھری خندق والوں پر، جب کہ ان کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے اور ایمان والوں کے جلنے کا نظارہ دیکھ رہے تھے۔ یہ مومنوں سے صرف اس بات کا بدلہ لے رہے تھے کہ وہ خدائے عزیز و حمید پر ایمان لائے تھے،'' سورہ البروج (آیات: ۸-۲)۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ یہودی یہ تمام مظالم اپنی مذہبی کتاب توریت کو بنیاد بنا کر انجام دیا کرتے تھے، مفہوم: ''ہمارے خدا یہود نے ہمیں سیحون ملک حشبون پر فتح عنایت فرمائی۔ ہم نے وہاں کے سارے رہنے والوں کو ہلاک کر دیا، کسی مرد، عورت یا بچے کو زندہ نہیں چھوڑا''۔ (توریت، سفر تثنیہ، باب ۲ آیت ۱-۷)

گیارہویں صدی عیسوی کے اواخر سے لے کر تیرہویں صدی کے اختتام تک، عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان ۸ صلیبی جنگیں واقع ہوئیں۔ ان تمام جنگوں کی تاریخ انسانیت میں نظیر نہیں ملتی ہے۔ ایک عیسائی مورخ گستا بولون نے خود اقرار کیا ہے: ''مسلمانوں کے ساتھ عیسائیوں کا سلوک ان جنگوں میں ثابت کرتا ہے کہ ان سے بڑھ کر وحشی اور بے درد روئے زمین پر کوئی نہ تھا۔ یہ دوست۔ دشمن، فوجی، غیر فوجی، مرد و عورت، چھوٹے بڑے کی کوئی تمیز نہیں کرتے تھے اور سب کو بیدردی سے قتل کر دیتے تھے''۔ بیت المقدس میں عیسائیوں نے جس طرح مسلمانوں کا قتل عام کیا ہے اس کی منظر کشی رابرٹ نام کے عیسائی راہب نے خود کی ہے: ''ہمارے فوجی شہر کی گلیوں، میدانوں اور مکان کی چھتوں پر گردش کر رہے تھے تا کہ مسلمانوں کے خون سے اپنی پیاس بجھا سکیں۔ یہ فوجی بچوں، بوڑھوں اور جوانوں کو قتل کر رہے تھے اور انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر رہے تھے۔ بیت المقدس کی گلیاں لاشوں سے پٹی پڑی تھیں اور خون نہر کی طرح جاری تھا۔۔۔۔۔ ۱۲/دسمبر یکشنبہ کے دن ترکوں کا عمومی قتل عام ہوا، کیونکہ ایک ہی دن میں سب کو قتل کرنا ممکن نہ تھا اس لئے ہمارے لشکر نے دوسرے دن دوبارہ قتل عام شروع کیا۔۔۔۔ افسوس افسوس ان سنگ دل اندھوں پر۔ درحقیقت ان سب لوگوں میں ایک بھی ابن مسیح کا سچا معتمد نہ تھا۔'' (گستا لوبون، تمدن اسلام و غرب)

(بشکریہ روزنامہ 'راشٹریہ سہارا' (اردو) ۲۵/مارچ ۲۰۱۱ء)

(۱۰)

پچھلے مضمون میں عیسائی فوجیوں کے ہاتھوں یروشلم میں ہوئے قتل عام کی منظر کشی خود ایک عیسائی راہب کی زبانی پیش کی گئی اور وہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ ان ظالموں میں حضرت عیسیٰؑ کا سچا ماننے والا ایک بھی نہ تھا۔ اسی ذیل میں اس عیسائی راہب نے مسلمانوں کی رحم دلی کی تعریف کی کہ جب مسلمانوں کا فاتح لشکر یروشلم میں داخل ہوا تھا تو کسی بھی بے گناہ شہری کو قتل نہیں کیا گیا۔ اس طرح اس نے صلاح الدین ایوبی کی بھی تعریف کی کہ یروشلم کی فتح کے بعد ان کے سلوک میں اور مسلمانوں کے ساتھ عیسائیوں کے برتاؤ میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ مسلمان فوجوں نے ایسا کوئی بھی وحشیانہ اقدام نہیں کیا کہ جس کے مرتکب عیسائی ہوتے تھے۔ اسلامی لشکر نے تھوڑا سا فدیہ لے کر سب کو آزاد کر دیا اور کوئی بھی قتل نہیں کیا گیا۔ اب امریکہ کا وہ مفسد پادری جس نے اسلام کو ظلم و تشدد کا مذہب بتاتے ہوئے قرآن مجید کی بے حرمتی کا مذموم عمل انجام دیا ہے، اپنے ہم مذہب و ہم صنف

پادری کا بیان پڑھ کر خود فیصلہ کرلے کہ ظلم وتشدد، قتل وغارت گری کس طرف ہے اور رحم وکرم ولطف ومحبت کس طرف؟

اسلام میں سب سے بڑا گناہ ظلم اور سب سے بڑی عبادت کسی مظلوم ستم رسیدہ، کمزور اور مدد کے محتاج کی مدد کرنا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے، مفہوم 'ظالموں کے لئے نجات نہیں ہے'۔ (سورہ انعام، آیت ۲۱) دوسرے مقام پر ارشاد ہے، مفہوم 'کسی نے اگر ایک انسان کو بھی بلا جرم وخطا قتل کر دیا تو گویا اس نے پوری انسانیت کو قتل کر دیا۔ (سورہ مائدہ، آیت ۳۲) آیت کریمہ میں نہ لفظ مسلم ہے اور نہ مومن، بلکہ اگر کوئی بھی بندۂ خدا بے گناہ قتل ہو گیا تو گویا پوری انسانیت کا قتل ہو گیا۔ ایک دوسری جگہ اعلان ہو رہا ہے، مفہوم 'عنقریب ظالموں کو ان کا انجام معلوم ہو جائے گا۔ (شعراء، آیت ۲۲۷) ہر گناہ کی سزا آخرت میں ہے، اس لئے سارے بے ایمان، رشوت خور، چور دندناتے پھر رہے ہیں اور سینہ تان کر کہتے ہیں کہ ہمارا کوئی کچھ بگاڑ نہیں پا رہا ہے۔ انہیں خبر نہیں کہ اللہ نے انہیں چھوٹ دے رکھی ہے۔ ان کی سزا یہاں نہیں، بلکہ وہاں ہے جہاں کی سزا سے کوئی بچ نہیں سکتا، لیکن صرف ظلم ایسا گناہ ہے جس کی سزا دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی۔ اس لئے آیت کریمہ میں مستقبل قریب کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے، یعنی اسی دنیا میں ہی ظالم کو اس کے ظلم کی سزا مل کر رہے گی اور اس سے ملتی جلتی حدیث شریف بھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، مفہوم 'قسم ہے میرے عزت وجلال کی کہ میں دنیا اور آخرت دونوں میں ظالم سے خود انتقام لوں گا اور ان سے بھی جو ظالم کی مدد کریں گے۔''

اسلام میں کسی بھی مسلمان کی کھلم کھلا برائیاں اور عیوب بیان کرنا سختی سے منع ہے اور قرآن مجید نے اسے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے سے تعبیر کیا ہے، مگر ظالم کی برائی بیان کرنے کی مظلوم کو اجازت دی گئی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے مفہوم 'اللہ پسند نہیں فرماتا کہ کوئی کسی کی علی الاعلان برائیاں بیان کرے، مگر وہ کہ جو مظلوم ہے'۔ (سورہ نساء، آیت ۱۴۸) یعنی صرف مظلوم کو اجازت ہے کہ وہ ظالم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر سکتا ہے۔ اس آیت کریمہ سے ان فتوؤں کی حقیقت کھل جاتی ہے، جو ظالم حکومتوں کی حمایت میں آتے ہیں اور آ رہے ہیں کہ حکومت کیسی بھی ہو، اس کے خلاف احتجاج کرنا حرام ہے۔ یہ سارے فتوے علی الاعلان قرآن مجید کی مخالفت کر رہے ہیں۔

آیات قرآنیہ کے علاوہ بے شمار احادیث ہیں، جو ظلم کو بدترین گناہ ثابت کرتی ہیں۔ ایک حدیث شریف تو اوپر بیان ہو چکی ہے، اسی سے ملتی جلتی ایک دوسری حدیث ہے جو بہت غور طلب ہے، جس طرح سے بارش کا ایک تیز چھینٹا گندگی بہا لے جاتا ہے، اسی طرح یہ حدیث شریف اسلام پر لگائے گئے سارے الزامات کو پاک وصاف کر دیتی ہے۔ ارشاد رسالت ہے، مفہوم 'مظلوم کی بددعا سے ڈرو چاہے وہ مظلوم کافر ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ مظلوم کی فریاد میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بنتی۔ (منتخب میزان الحکمہ، ص ۳۵) حدیث اعلان فرما رہی ہے کہ کافر کا کفر بھی اگر وہ مظلوم ہے، اس کی بددعا کو اللہ تک پہنچنے سے نہیں روکتا۔ اس سے اندازہ فرمایئے کہ آئین اسلام میں بندۂ مومن یا مسلمان پر ظلم کرنا تو بہت دور کی بات ہے، کسی غیر مسلم وکافر پر بھی ظلم کی اجازت نہیں ہے۔ کوئی بھی مظلوم چاہے کافر ہی کیوں نہ ہو اللہ اس کی فریاد رسی کرے گا اور ظلم کرنے والا چاہے مسلمان ہی کیوں نہ ہو، الٰہی سزا سے بچ نہیں سکتا۔ کاش اس حدیث شریف پر وہ ملا صاحبان بھی غور کر لیں جو کفر کے فتوے دے کر واجب القتل قرار دیتے ہیں۔ ایک اور نایاب ونادر حدیث مبارک جو اسلام کی بنیادی فکر کو پیش کرتی ہے۔ مفہوم 'کوئی بھی انسان اگر مسلمان کو مدد کے لئے پکارے اور کوئی مسلمان سن کر بھی مدد نہ کرے تو وہ مسلمان نہیں ہے۔ (اصول کافی، ج ۳ ص ۲۳۹) اس ارشاد رسولؐ میں بھی لفظ مومن یا مسلمان نہیں ہے، یعنی اگر کافر بھی مدد کے لئے پکارے تو مسلمان پر مدد کرنا واجب ہے، ورنہ وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

(بقیہ۔۔۔صفحہ ۵۲ پر)

(۱۶۷)

القصہ اور[1] غیر ہوا سیدہؑ کا حال
بے جان کے لئے نہ گیا صدمہ و ملال
سچ ہے کہ اس سفر کا کچھ اچھا نہ تھا مآل
دن سترہ کٹے تو کیا خود بھی انتقال
بیتاب روز و شب تھیں یہ شہؑ کی جدائی سے
اب اس طرح سے مل گئیں پھر اپنے بھائی سے

(۱۶۸)

قم میں مزار پاک بنایا بہ اہتمام
جاتے ہیں آج تک تو زیارت کو خاص و عام
وہ خاک اڑا رہے ہیں کہ جو خاص تھے غلام
کہتی تھیں عورتیں بھی یہ لے کر انہیں کا نام
موت آئی جس سے دل پہ اٹھائے وہ جبر بھی
دیکھی نہ ہائے آنکھ سے بھائی کی قبر بھی

(۱۶۹)

پر یاں پہ یاد آ گیا زینبؑ کا حال زار
ایسی مصیبتوں میں کیا شکر کردگار
سو جان سے تھیں اپنے برادر پہ گو نثار
لیکن گلے پہ بھائی کے دیکھی چھری کی دھار
بھائی کے قتل ہونے کی اعدا نے عید کی
رکھی گئی لبوں پہ چھڑی بھی یزید کی

(۱۷۰)

امیدؔ! حق سے مانگ دعا، ختم کر یہ حال
دل سب کے فرط رنج والم سے ہیں پائمال
پھر[2] ہاتھ اٹھا کے اپنے یہ خالق سے کر سوال
روضے پہ اب بلا لے تجھے فاطمہؑ کا لال
دونوں جہاں میں خوب بڑھے آبرو مری
اس کے سوا نہیں ہے کوئی آرزو مری

(۱) سن کر یہ حال (۲) پر

بقیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔مذہب شیعہ ایک نظر میں

یہ سب پابندیاں رسولؐ وآل رسولؐ کے احکام کی بناء پر ثابت ہیں جن پر عمل کرنا شیعوں کے یہاں ضروری ہے۔

جہاد

یعنی نصرتِ دین میں تلوار یا دوسرے خوں ریز اسلحہ کے ذریعہ سے مقابلہ کرنا۔ اس میں پیش قدمی کرنا شیعی فقہ کی رو سے بغیر معصومؑ کی سربراہی یا اجازت خاص کے نہیں ہوسکتی اس لئے کہ جان دینا شہادت اسی وقت قرار پاسکتا ہے جب فی سبیل اللہ ہو اور فی سبیل اللہ یعنی رضائے الٰہی کے صحیح معیار کی شناخت یقینی طور پر معصومؑ ہی کی نگاہ کرسکتی ہے۔ ہاں جب کوئی حملہ آور ہو تو دفاعی طور پر جنگ کرنا بہرصورت درست ہے۔

والسلام۔۔۔۔۔۔۔۔علی نقی عفی عنہ، ۳؍جمادی الثانی ۱۳۸۸ھ، علی گڑھ

بقیہ۔۔۔۔۔اسلام اور حقوقِ بشر

عبادتوں میں سب سے بڑی عبادت نماز ہے، جس کے لئے ارشاد رسولؐ ہے کہ اگر نماز قبول ہے تو سارے اعمال قبول ہیں، مگر دوسری طرف حکم شریعت ہے کہ اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہے اور نماز پڑھنے میں نظر پڑگئی کہ کوئی نابینا گڑھے میں گرنے جارہا ہے تو نماز توڑنا واجب ہے۔ اسی طرح اگر کسی کی آواز سن لے کہ میں ڈوب رہا ہوں مجھے بچالو تو یہ ڈوبنے والا چاہے سخت ترین کافر ہی کیوں نہ ہو، نماز کا توڑنا واجب ہوجائے گا۔ اب نماز پڑھنا ناجائز ہے اور اس کافر کو بچانا واجب ہے۔ دوسرے لفظوں میں اب نماز عبادت نہیں، اب اس کافر کو بچانا عبادت بن جائے گا۔ یہ ہے اسلام اور یہ ہے اسلام کا آئین رحمت۔

(بشکریہ روزنامہ 'راشٹریہ سہارا' (اردو) ۸؍اپریل ۲۰۱۱ء) (جاری)